رسائل ومسائل

۱۔ بعض اہلِ مکہ کی باہم رشتہ داریاں
۲۔ حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام کے وقت مسلمانوں کی تعداد

سوال:۔ (۱) ترجمان القرآن جولائی ۱۹۷۶ء کے صفحہ ۱۲ (مہاجرین حبشہ کی فہرست کے نمبر ۴۷) پر عیاشؓ بن ابی ربیعہ کے نام کے بعد قوسین میں انہیں ابوجہل کا بھائی ظاہر کیا گیا ہے۔ صفحہ ۱۵ پر ذیلی عنوان "مکہ میں اس ہجرت کا ردِّ عمل" کے تحت حضرت عیاشؓ کو ابوجہل کا چچازاد بھائی تحریر کیا گیا ہے اور صفحہ ۱۶ پر حضرت عیاشؓ کے سگے بھائی عبداللہ بن ابی ربیعہ اور صفحہ ۲۲ پر حضرت عیاشؓ کو ابوجہل کے ماں جائے بھائی لکھا گیا ہے۔ کیا یہ درست ہے کہ حضرت عیاشؓ ابوجہل کے چچازاد اور ماں شریک بھائی تھے۔

(۲) ترجمان اگست ۱۹۷۶ء کے صفحہ ۱۹ پر حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل فرمایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۳۹ آدمی تھے اور میں نے شامل ہو کر ان کو ۴۰ کر دیا۔ آپ نے اس قول کی یہ توجیہ فرمائی ہے کہ ممکن ہے اس وقت حضرت عمرؓ کو اتنے ہی آدمیوں کا علم ہو کیونکہ بہت سے مسلمان اپنا ایمان چھپائے ہوئے بھی تھے۔ اس ضمن میں یہ امر قابلِ توجہ ہے کہ ابتدائی سہ سالہ خفیہ تحریک کے دوران میں ۱۳۳ آدمی مسلمان ہوئے۔ بعد ازاں علی الاعلان تبلیغ اسلام شروع ہوئی اور اکا دکا لوگ مسلمان ہوتے گئے تا آنکہ کفار کی مخالفت شدت اختیار کر گئی اور ۵ سنہ، ۶ سنہ بعد بعثت میں ۱۰۳ اصحابہ کرام کو حبشہ کی طرف دو مرحلوں میں ہجرت کرنا پڑی جن میں سے چند ایک بعد ازاں تشریف لے آئے۔ اس ہجرت سے مکہ مکرمہ میں کہرام مچ گیا۔ مہاجرین میں حضرت عمرؓ کے قبیلہ بنی عدی کے افراد بھی شامل تھے اور اس ہجرت سے حضرت عمرؓ متاثر بھی ہوئے۔ چنانچہ یہ تو ممکن ہے کہ جن لوگوں نے قبولِ اسلام کا اعلان نہ کیا ہو ان کے بارے میں حضرت عمرؓ کو معلومات

نہ ہوں۔ لیکن یہ کیونکر ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ جیسے باخبر آدمی کو مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد کا علم نہ ہو جو ہجرت کر کے حبشہ میں مقیم تھے؟ کیا حضرت عمرؓ کے قول کا مفہوم یہ نہیں ہوسکتا کہ جب وہ قبولِ اسلام کے لیے دارِ ارقم تشریف لے گئے تو اس وقت وہاں صرف ۳۹ آدمی تھے اور حضرت عمرؓ کے آنے سے ۴۰ ہو گئے اور یہی حضرات دو صفوں میں مسجد حرام کی طرف نکلے۔ ایک صف میں حضرت حمزہؓ تھے اور دوسرے میں حضرت عمرؓ۔ مزید برآں اس وقت مکہ مکرمہ میں دس مسلمان عورتیں بھی تھیں اور دیگر صحابہ و صحابیاتؓ اس وقت حبشہ میں بطور مہاجرین مقیم تھے۔"

جواب: آپ کے پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیاشؓ بن ابی ربیعہ ابوجہل کے چچازاد بھائی بھی تھے اور ماں جائے بھائی بھی۔ اس خاندان کے رشتوں کو اچھی طرح سمجھ لیجیے کیونکہ اسلام کی ابتدائی تاریخ سے ان کا گہرا تعلق ہے۔

بنی مخزوم کے سردار مُغیرہ بن عبداللہ بن عُمر بن مخزوم کے کئی بیٹے تھے جن میں سے چند یہ ہیں جن کا ہماری تاریخ سے خاص تعلق ہے۔

۱۔ وَلید بن مُغیرہ حضرت خالد بن ولید کا باپ۔

۲۔ ہاشم بن مُغیرہ۔ اس کی بیٹی حَنتمہ حضرت عمرؓ کی ماں۔

۳۔ ہِشام بن مُغیرہ۔ ابوجہل اور حارث کا باپ۔

۴۔ ابواُمیّہ بن مغیرہ، حضرت ام سَلَمہ کا باپ۔

۵۔ ابو رَبیعہ بن مغیرہ۔ اس نے اپنے بھائی ہشام کے بعد اس کی بیوی اسماء بنت مُخَرِّبَہ (ابوجہل اور حارث کی ماں) سے نکاح کیا اور اس سے حضرت عیّاشؓ بن ربیعہ پیدا ہوئے۔ اس طرح حضرت عیّاش ابوجہل کے ماں جائے بھائی بھی تھے اور چچازاد بھائی بھی۔

اسی خاندان سے مُغیرہ کے ایک بھائی اَسَد بن عبداللہ بن عُمر بن مخزوم کا بیٹا عبدِ مَناف حضرت اَرقمؓ کا باپ تھا جن کا دارِ اَرقم اسلامی تاریخ میں مشہور ہے۔

مُغیرہ کے دوسرے بھائی ہِلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کا بیٹا عبدالاسد حضرت ابوسلمہؓ (ام المومنین حضرت امِ سَلَمہؓ کے پہلے شوہر) کا باپ تھا۔

آپ کے دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ ہجرتِ حبشہ کے بعد مکے میں جو مسلمان رہ گئے تھے

اُن کے متعلق میرا خیال یہ ہے کہ وہ سب کے سب دارِ ارقم میں پناہ گزین نہ تھے، بلکہ اُن کی ایک تعداد اپنا اسلام چھپائے ہوئے تھی، اور ایک تعداد دارِ ارقم میں حضورؐ کے ساتھ مقیم تھی۔ حضرت عمرؓ نے انہی کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ ۳۹ تھے اور میری شرکت سے ۴۰ ہو گئے۔

معراج کے موقع پر حضورؐ کو کیا تعلیمات دی گئی تھیں؟

سوال:۔ واقعۂ اسراء و معراج کے متعلق جناب کے حالیہ مضمون کو پڑھ کر ذہن میں مندرجہ ذیل خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ اُمید ہے کہ جناب اس سلسلے میں مناسب رہنمائی فرمائیں گے۔

جناب نے اس واقعہ کے دو مقاصد بیان فرمائے ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا مقصد آنحضرتؐ کو کائنات کے باطنی نظام کا ادراک حاصل کرنے کے لیے اُن نشانیوں کا مشاہدہ کرانا مقصود تھا جنھیں قرآن حکیم اٰیاتنا الکبریٰ کہتا ہے، اور دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ آنحضرتؐ کو اپنی بارگاہ میں طلب کر کے اسلامی معاشرہ کے قیام کے بارے میں چند بنیادی ہدایات دینا چاہتا تھا۔

بلاشبہ قرآن حکیم سے معراج کے یہ دونوں مقاصد ثابت ہیں۔ مگر قابلِ غور بات یہ بھی ہے کہ اگر پہلا مقصد آنحضرتؐ کو عظیم نشانیاں دکھانا ہی تھا تو یہ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچنے تک حاصل ہو چکا تھا۔ حضورؐ دوسرے ملائکہ کے علاوہ حضرت جبریل امین کو دوبارہ اُن کی اصل صورت میں ملاحظہ کر چکے تھے، انبیاء کرام سے تعارف ہو گیا تھا، جزا و سزا کی کئی صورتیں دکھائی جا چکی تھیں، بیت المعمور، جنت الماویٰ اور دوزخ جیسے مقامات کا مشاہدہ بھی مکمل ہو چکا تھا۔ لہٰذا اس غرض کے لیے اب عالمِ شہادت کی سرحد کو عبور کر کے عالمِ غیب میں قدم آگے بڑھانے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ جہاں تک دوسرے مقصد کا تعلق ہے وہ بارگاہِ جلال میں حاضر ہوئے بغیر بھی پورا ہو سکتا تھا۔ جب سارا قرآن سرزمین عرب ہی میں آنحضرتؐ پر نازل ہو سکتا تھا تو ان ہدایات کے نازل ہونے میں کیا چیز مانع تھی۔

دراصل ان دونوں مقاصد کے علاوہ معراج النبیؐ کا ایک تیسرا مقصد بھی قرآن و حدیث ہی سے ثابت ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ قرب کی انتہائی بلندیوں

پر پہنچا کر ان مخصوص اَذواق و مواجید اور اسرار و رموز کی تعلیم دینا چاہتا تھا جو الفاظ میں نہیں بیان کیے جا سکتے۔ فاوحٰی الیٰ عبدہٖ ما اوحٰی کے الفاظ اسی مقصد کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔
یہ بات قابلِ غور ہے کہ جو کچھ وحی کیا گیا اسے الفاظ میں کیوں نہیں بیان کیا گیا؟ ہم اس مخصوص وحی کو وحیِ غیر متلو کہنے میں بھی حق بجانب ہو سکتے ہیں اور اس میں ان علوم کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے جو حضرت جبریل امین کی دسترس سے باہر ہیں۔ اسی تعلیم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کسی صاحبِ دل نے کہا تھا ؎

سرِّ ما اوحٰی نہ گنجد در ضمیرِ جبرئیل کشفِ اسرارِ لدنّی کے کند امّ الکتٰب

یہ ظاہر ہے کہ وحیِ جلی اور اس مخصوص وحی کی تعلیم میں نہ تو کوئی تضاد ہو سکتا ہے اور نہ وحیِ جلی پر وحیِ خفی کو ترجیح دینے کا کوئی سوال پیدا ہوتا ہے۔ یہاں سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ آنحضرتؐ کے ان مخصوص اذواق اور احوال کی توفیق جزوی طور پر آنحضرتؐ کے بعض امتیوں کو نصیب کر دیتا ہے تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے۔ سخی اگر سخاوت نہ کرے تو وہ سخی نہیں کہلا سکتا۔ حضرت ابوبکرؓ کے سینے میں ایک رازِ الٰہی کا راسخ ہو جانا اور اسی کی بنا پر آپ کا دیگر اصحابِ رسول پر فضیلت حاصل کرنا حدیث سے ثابت ہے۔ کسی مومن کو یہ زیب نہیں دیتا کہ جس چیز کو اللہ کے رسول نے "راز" قرار دیا ہوا ہے وہ کسی اور شے پر محمول کرے۔

جہاں تک معراج کے موقع پر دیدارِ الٰہی کے مسئلے کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ لوگ اس بارے میں فضول بحثوں میں اُلجھ گئے ہیں۔ جب یہ ثابت ہے کہ عالمِ آخرت میں مومنین دیدارِ الٰہی کریں گے تو عالمِ غیب میں آنحضرتؐ کے دیدارِ الٰہی سے مشرف ہونے میں تعجب کی کیا بات ہے۔ حضرت عائشہؓ لاتدرکہ الابصار کے الفاظ سے بچشمِ سر دیدارِ الٰہی کی نفی فرما رہی ہیں جس کا تعلق اس عالمِ شہادت سے ہے نہ کہ عالمِ غیب یا عالمِ آخرت سے۔ جناب خود بھی تفہیم القرآن میں وضاحت فرما چکے ہیں کہ یہ ضروری نہیں کہ دیدار کا فعل آنکھ نامی ایک آلے ہی سے ہو۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے قلب یا قلب کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے بھی دیدار کی صورت پیدا کر دینے پر قادر ہے ؎

ایں خاک بے ادب را نسبت بہ او چہ باشد اما چو او نوازد کس را زباں نہ باشد

جواب:۔ یہ بات صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سدرۃ المنتہیٰ سے آگے بلا کر حضورؐ کو انتہائی تقرب

عطا فرمایا تھا۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے کہ وہاں حضورؐ کو ایسے اسرار کی تعلیم دی گئی جو امت سے مخفی رکھنے کے لیے تھی۔ سورۂ تکویر میں صاف فرمایا گیا ہے کہ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ۔" اور وہ (ہمارا رسول) غیب پر بخیل نہیں ہے"۔ یعنی جو غیب کے علوم اُس کو دیے گئے ہیں وہ انہیں چھپا کر رکھنے والا اور انہیں اپنے تک محدود رکھ کر بخل کرنے والا نہیں ہے۔ یہی بات سورۂ جن کی آخری دو آیتوں میں فرمائی گئی ہے جن کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ رسول پر اپنے غیب کا جو علم ظاہر فرماتا ہے وہ تبلیغِ رسالت کے لیے ہوتا ہے۔ اور یہی بات سورۂ مائدہ کی آیت ۶۷ میں ارشاد ہوئی ہے کہ اے رسول، جو کچھ تم پر نازل کیا گیا ہے اس کی تبلیغ کرو۔ صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ کیا کوئی خاص تعلیم مخفی طور پر حضورؐ نے آپ کو دی تھی؟ انہوں نے برسرِ منبر اس کا انکار فرمایا اور اپنی تلوار کے نیام میں سے چند شرعی احکام نکال کر لوگوں کو بتائے جو انہوں نے حضورؐ سے سُن کر لکھ لیے تھے۔

وحی مَتلُو کے علاوہ اگر اُس موقع پر کوئی تعلیم حضورؐ کو وحی غیر متلو کے طور پر دی گئی ہوگی تو لازماً وہ اسلامی نظام کو نافذ کرنے اور دینِ حق کو قائم کرنے کی حکمت ہی ہو سکتی تھی، جس کے اظہار کا موقع عنقریب ہجرت کے بعد حضورؐ کو ملنے والا تھا۔ یہ حکمت حضورؐ کے اُس پورے کارنامے میں بھی ظاہر ہوگئی جو مدینہ طیبہ کی دس سالہ زندگی میں آپ نے انجام دیا۔ اور یہ اُن احکامِ امر و نہی، اُن مواعظ و نصائح اور اُن قولی و عملی ہدایات میں بھی ظاہر ہوئی جن سے آپؐ نے صحابہ کرام کی تربیت فرمائی۔ ایسے اسرار و رموز اور اذواق و مواجید کا کوئی ثبوت ہمیں سنّت میں نہیں ملتا جن کی تلقین امت سے مخفی رکھ کر کسی خاص شخص یا مخصوص اشخاص کو فرمائی گئی ہو۔

جہاں تک دیدارِ الٰہی کا تعلق ہے اس کے بارے میں سوال بچشمِ سر دیکھنے کا تھا، اور معتبر احادیث کی رُو سے حضورؐ نے اسی کا انکار فرمایا تھا۔

۱۔ دین و شریعت کی تشریح کے متعلق ایک سوال
۲۔ احکامِ عُمرہ و حج کے متعلق ایک سوال

سوال:۔ (۱) تفہیم القرآن جلد چہارم سورۃ الشوریٰ کے حاشیہ ۲۰ صفحہ ۴۸۸ - ۴۸۹ پر آپ نے

تحریر فرمایا ہے:۔

"بعض لوگوں نے .... یہ رائے قائم کر لی کہ لا محالہ اس دین سے مراد شرعی احکام وضوابط نہیں ہیں، بلکہ صرف توحید و آخرت اور کتاب و نبوت کو ماننا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت بجا لانا ہے، یا حد سے حد اس میں وہ موٹے موٹے اخلاقی اصول شامل ہیں جو سب شریعتوں میں مشترک رہے ہیں۔ لیکن یہ ایک بڑی سطحی رائے ہے جو محض سرسری نگاہ سے دین کی وحدت اور شرائع کے اختلاف کو دیکھ کر قائم کر لی گئی ہے اور یہ ایسی خطرناک رائے ہے کہ اگر اس کی اصلاح نہ کر دی جائے تو آگے بڑھ کر بات دین و شریعت کی اُس تفریق تک جا پہنچے گی جس میں مبتلا ہو کر سینٹ پال نے دین بلا شریعت کا نظریہ پیش کیا اور سیدنا مسیح علیہ السلام کی اُمت کو خراب کر دیا۔"

بعد ازاں قرآن کی آیات کے حوالے سے آپ نے ثابت فرمایا ہے کہ دین سے مراد صرف ایمانیات ہی نہیں بلکہ شرعی احکام بھی اس میں شامل ہیں اور اُمتِ محمدیہ کو جو شریعت دی گئی وہ اِس دَور کے لیے دین ہے اور اس کا قائم کرنا ہی دین کا قائم کرنا ہے۔ اس سلسلے میں گذارش ہے کہ "رسالہ دینیات" کے باب ششم میں دین اور شریعت کا فرق جو آپ نے بیان فرمایا ہے میری ناقص رائے میں اس پر نظرثانی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

(۲) ہمارے ایک رکن جماعت نے (جو حج کی سعادت حاصل کر چکے ہیں) ایک اجتماع میں کہا کہ محترم مولانا نے تفہیم میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص موسم حج میں حج سے پہلے عمرہ کرے تو وہ قربانی دے۔ لیکن مکہ مکرمہ میں عمرے کے بعد کوئی قربانی نہیں دی جاتی۔ اس ضمن میں انہوں نے تفہیم القرآن جلد اوّل سورۃ البقرہ آیت ۱۹۶ کے ترجمے کا حوالہ دیا ہے جو درج ذیل ہے:۔

"....... تو جو شخص تم میں سے حج کا زمانہ آنے تک عمرے کا فائدہ اُٹھائے وہ حسبِ مقدور قربانی دے......" میں نے انہیں سمجھانے کی اپنی سی کوشش کی کہ یہ تو آیت کا ترجمہ ہے اور اس کا مفہوم یہ نہیں کہ عمرے کے فوراً بعد ہی قربانی دی جائے، بلکہ مراد یہ ہے کہ تمتع اور قران میں قربانی واجب ہے۔ حج کا زمانہ آنے تک عمرے کا فائدہ اُٹھانے کے بارے میں جو وضاحت آپ نے حاشیہ ۲۱۳ کے آخر میں فرمائی ہے اس کی طرف بھی ان کی توجہ مبذول کرائی گئی لیکن ان کا اصرار ہے کہ بیان واضح نہیں۔ بہرحال اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس مسئلے کی مزید وضاحت فرمائیں تاکہ غلط فہمی کا امکان نہ رہے۔

جواب:۔ سورۂ شوریٰ کا حاشیہ نمبر ۲۰ اگر پورا پڑھا جائے تو رسالۂ دینیات میں دین اور شریعت سے فرق پر جو مختصر کلام کیا گیا ہے اُس پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ خصوصیت کے ساتھ آپ صفحہ ۹۰۔۴ کی یہ عبارت دیکھیں: "جس نبی کی اُمت کو جو شریعت بھی اللہ تعالیٰ نے دی تھی وہ اُس اُمت کے لیے دین تھی اور اُس کے دَورِ نبوت میں اُسی کی اقامت مطلوب تھی۔ اور اب چونکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دَورِ نبوت ہے، اِس لیے اُمت محمدیہ کو جو شریعت دی گئی ہے وہ اِس دَور کے لیے دین ہے اور اسی کا قائم کرنا ہی دین کا قائم کرنا ہے۔"

رسالۂ دینیات میں جو بات کہی گئی ہے وہ یہ ہے کہ دین کا حصہ ایمانیات ہمیشہ سے مشترک رہا ہے، اور اس کا حصہ شریعت مختلف زمانوں میں مختلف انبیاء کے ذریعے سے بلحاظ احوال مختلف رہا ہے۔ یہ رسالہ چونکہ مبتدیوں کے لیے لکھا گیا تھا اس لیے اس میں وہ مفصل بحث نہیں کی جا سکتی تھی جو سورۂ شوریٰ کی تفسیر میں کی گئی ہے۔

سورۂ بقرہ آیت ۱۹۶ میں تین حکم الگ الگ بیان فرمائے گئے ہیں۔ (۱) جب آدمی نے حج یا عمرے کے لیے احرام باندھ لیا ہو اور پھر کوئی مانع ایسا پیش آ گیا ہو کہ حرم تک پہنچنا ممکن نہ رہا ہو تو اُسے ہَدی بھیجنی چاہیے اور اُس وقت تک احرام سے باہر نہ آنا چاہیے جب تک ہَدی کی قربانی نہ ہو چکی ہو۔ (۲) اگر آدمی کسی بیماری کی وجہ سے حجامت کرانے پر مجبور ہو جائے تو حجامت کرائے اور فدیہ ادا کرے۔ (۳) اگر کوئی امر مانع پیش نہ آیا ہو اور آدمی حرم پہنچ گیا ہو تو تمتع یا قِران کرنے کی صورت میں اسے قربانی دینی ہو گی۔ البتہ اِفراد کرنے کی صورت میں اس پر کوئی دم واجب نہ ہو گا۔

ایک علمی اصطلاح کے ترجمے پر اعتراض

سوال:۔ "میں آپ کی توجہ ایک ترجمے کی غلطی کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ ترجمان القرآن شمارہ جنوری ۱۹۷۷ء میں رسائل و مسائل کے زیر عنوان آپ نے "واحد الخلیّہ سالمہ (UNICELLULAR MOLECULE) کا لفظ استعمال کیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ علم حیات (BIOLOGY) کی رُو سے یہ ایک انتہائی عام بات ہے کہ تمام زندہ اجسام خلیوں (CELLS) سے بنے ہوئے ہیں اور ہر زندہ خلیے میں کئی

اقسام کے اربوں کھربوں کی تعداد میں مالیکیول یا سالمے (MOLECULES) پائے جاتے ہیں جن کا کام ساخت بنانا یا توانائی مہیا کرنا ہوتا ہے۔ یہ مالیکیول کیمیائی اکائیاں (CHEMICAL UNITS) ہوتی ہیں۔ جب ایک خلیے (CELL) میں اربوں مالیکیول پائے جاتے ہوں تو پھر آپ کا یہ کہنا کہ (UNICELLULAR MOLECULE) جس کا ترجمہ "ایک خلیے والا سالمہ" ہوگا قطعاً غلط ہے اور آپ تمام سائنسی لٹریچر میں کسی ایک جگہ بھی یہ لفظ لکھا ہوا نہیں دکھا سکتے۔ اگرچہ بعض انتہائی قدیم اور ایک خلیے پر مشتمل جانور پائے جاتے ہیں مثلاً (VIRUS) اگر آپ کی مراد ان سے ہے تو صحیح ترجمہ ہوگا یک خلیہ جانور (UNICELLULAR ORGANISMS)۔ اکثر VIRUS کے اجسام میں صرف ایک لمبا سالمہ (DNA MOLECULE) پایا جاتا ہے۔ جن کو ہم ایک سالمے والے خلیے (UNIMOLECULAR CELLS) کہہ سکتے ہیں۔ ترجمے کی یہ غلطی "تفہیمات" حصہ دوم میں نظریہ ارتقاء کی بحث میں بھی موجود ہے جہاں آپ نے واحد الخلیہ جھینگے کا لفظ استعمال کر کے اس کا انگریزی ترجمہ یہی درج کیا ہے۔"

جواب:۔ آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے میری ایک غلطی کی طرف توجہ دلائی۔ علم الحیات (BIOLOGY) کی رو سے یہ بات صحیح ہے کہ زندہ اجسام (ORGANISMS)، خواہ وہ حیوانی ہوں یا نباتی، بہت سے خلیوں (CELLS) پر مشتمل ہوتے ہیں اور ہر خلیہ بے شمار سالموں (MOLECULES) سے مرکب ہوتا ہے۔ لیکن علم الحیات ہی کی رو سے خلقِ خدا میں بہت سے ایسے اجسامِ نامیہ یا زندہ اجسام (ORGANISMS) بھی پائے جاتے ہیں جن کا وجود ایک ہی ایسی اکائی (UNIT) پر مشتمل ہوتا ہے جو بالاتر درجے کے پودوں اور جانوروں کے خلایا (CELLS) سے مشابہ ہوتی ہے۔ ایسے اجسام عام طور پہ واحد الخلیہ (UNICELLULAR) کہے جاتے ہیں۔ پھر چونکہ خلیہ تمام اجسام کا سب سے چھوٹا یونٹ ہوتا ہے، خواہ وہ واحد الخلیہ ہوں یا کثیر الخلیہ، اور اس میں ذی حیات مادے کی تمام صفات پائی جاتی ہیں، اس لیے بعض اعتبارات سے اس کو زندہ مادے کا سالمہ (MOLECULE OF LIVING MATTER) قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کی تصریح آپ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (سنہ ۱۹۶۷ء ایڈیشن) کی جلد ۳ صفحہ ۶۵۵ پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

آپ نے خود بھی یہ لکھا ہے کہ اکثر وائرس (VIRUS) ایسے ہوتے ہیں جن کے اجسام میں صرف

ایک لمبا سالمہ پایا جاتا ہے اور ان کو ہم ایک سالمے والے خلیے (UNI MOLECULAR CELLS) کہہ سکتے ہیں - اس سے خود وہ قاعدۂ کلیہ ٹوٹ جاتا ہے جو آپ نے بیان کیا ہے کہ ہر زندہ خلیے میں کئی اقسام کے اربوں اور کھربوں سالمے (MOLECULES) ہوتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یک سالمہ خلیے (UNIMOLECULAR CELL) اور واحد الخلیہ سالمے (UNICELLULAR MOLECULE) میں آخر الفاظ کے اُلٹ پھیر کے سوا اور کیا فرق ہے؟ دونوں صورتوں میں ایک ایسے زندہ خلیے کا وجود مسلم ہے جو ایک ہی سالمے پر مشتمل ہوتا ہے خواہ آپ اس کو واحد الخلیہ سالمہ کہیں یا واحد السالمہ خلیہ۔

تفہیمات حصہ دوم میں جس چیز کو میں نے بھنگا لکھا ہے اس سے مراد ایک سالمے والا زندہ خلیہ ہے جسے آپ نے لفظ "جانورہ" سے تعبیر کیا ہے۔

فقر کا مفہوم

سوال: علامہ اقبال مرحوم نے اپنے کلام میں "فقر" کا لفظ کثرت سے استعمال کیا ہے۔ میں اس موضوع پر ان کے اشعار جمع کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں - آپ کے نزدیک فقر سے کیا مُراد ہے؟

جواب: فقر کے لُغوی معنی تو احتیاج کے ہیں - لیکن اہل معرفت کے نزدیک اس سے مراد مفلسی اور فاقہ کشی نہیں ہے، بلکہ خدا کے سوا ہر ایک سے بے نیازی ہے - جو شخص اپنی حاجت مندی کو غیر اللہ کے سامنے پیش کرے اور جسے غنا کی حرص دوسروں کے آگے سر جھکانے اور ہاتھ پھیلانے پر آمادہ کرے وہ لُغوی حیثیت سے فقیر ہو سکتا ہے، مگر نگاہِ عارف میں دریوزہ گر ہے، فقیر نہیں ہے حقیقی فقیر وہ ہے جس کا اعتماد ہر حالت میں اللہ پر ہو - جو مخلوق کے مقابلے میں خوددار اور خالق کے آگے بندۂ عاجز ہو - خالق جو کچھ بھی دے، خواہ وہ کم ہو یا زیادہ، اس پر قانع و شاکر رہے اور مخلوق کی دولت و جاہ کو نگاہ بھر کر بھی نہ دیکھے - وہ اللہ کا فقیر ہوتا ہے نہ کہ بندوں کا۔